سُوْرَةُ النِّسَاء کی تفسیر Lesson 3: An-Nisa (Ayaat 15-23): Day 9

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے (مال یا جان کے) جبراً مالک ہو جاؤ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ وصول کر لو مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں۔ اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔ (۱۹)

آیت 19 میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی ایک بُری رسم کو توڑا ہے؛ اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے (مال یا جان کے) جبراً مالک ہو جاؤ۔۔۔

بُری رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص فوت ہو تا تو بیوہ کو بھی مالِ وارثت سمجھا جاتا تھا۔ کوئی واضع قانون اور ضابطہ نہیں تھا۔ جس کا جو دل چاہتا وہ بیوہ سے ویسا ہی سلوک کرتا۔ کوئی باقاعدہ حکومت تو تھی نہیں۔ جو قبیلہ مضبوط ہوتا اُن کی ہی بات مانی جاتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورت سامانِ وارثت نہیں ہے اُس کے جذبات بھی ہیں۔ تم اُس کے وارث نہیں بن سکتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دورِ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے رائج تھے:

1. ایک تو یہی طریقہ تھا جو آج رائج ہے کہ کوئی شخص شادی کا پیغام بھیجتا (ولی کے پاس یا جس کے پاس وہ لڑکی زیرِ کفالت ہوتی)۔ اگر باپ یا بھائی مناسب سمجھتا تو نکاح کر دیتا۔ یہی طریقہ آج بھی جاری ہے۔ مہر دے کر نکاح کر لیا جاتا۔

2. دوسرا طریقہ یہ کہ جب لڑکی حیض سے پاک ہوتی تو شوہر اپنی بیوی سے کہتا کہ فلاں شخص سے شرم گاہ حاصل کرو۔ زنا کرو۔ شوہر خود الگ تھلگ رہتا۔ یہاں تک کہ واضع ہو جاتا کہ جس کے ساتھ زنا کروایا ہوتا اُس سے حمل ٹھہر گیا ہے۔ پھر اگر شوہر چاہتا تو بیوی کے پاس جاتا۔ ایسا اس لئے کیا جاتا کہ لڑکا شریف اور باکمال پیدا ہو۔ اس کو نکاحِ استبضاع کہا جاتا تھا۔ یہ آج بھی انڈیا میں جاری ہے وہ اُسے نیوک کہتے ہیں۔ یہ زنا کی ایک بدترین مثال ہے۔ معروف، مشہور اور ذہین لوگوں سے اسی مقصد کے لئے زنا کیا جاتا ہے۔ یا کروایا جاتا ہے۔ مرد خود اپنی بیوی کو دوسرے مرد کے پاس بھیج کر زنا کا کام کرواتا ہے۔

3. تیسرا طریقہ یہ تھا کہ تقریباً دس آدمیوں کی جماعت اکٹھی ہوتی اور سب باری باری عورت سے زنا کرتے۔ پھر جب اُس کو حمل ٹھہر جاتا اور بچّہ پیدا ہو جاتا تو وہ عورت سب آدمیوں کو بلا بھیجتی۔ سب کو وہاں جانا پڑتا۔ پھر وہ عورت کہتی کہ آپ سب کے ساتھ میرا معاملہ تھا اب میرے بطن سے بچہ پیدا ہُوا ہے۔ اے فلاں یہ تمہارا بچّہ ہے۔ وہ عورت جس مرد کا بھی نام لے دیتی پھر وہ اُسی کا بچہ مانا جاتا۔

4. چوتھا طریقہ یہ کہ کچھ پیشہ ور عورتیں زنا کرتی تھیں۔ یہ رنڈیاں ہوتی تھیں۔ یہ اپنے دروازے پر جھنڈے گاڑ کر رکھتی تھیں۔ ہر مرد ان کے پاس جا کر زنا کر سکتا تھا۔ پھر جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا توسب اُس کے پاس جمع ہوتے اور ایک قیافہ شناس کو بلایا جاتا۔ وہ بچے کو دیکھ کر

اندازہ لگاتا کہ یہ کس کا بچہ ہو سکتا ہے۔ پھر وہ جس کا نام بھی لے دیتا وہ بچہ اُسی مرد کا مانا جاتا۔ وہ مرد اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ (بخاری اور ابو داؤد)

جب اللہ کے نبیؐ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذریعے باقی تمام نکاح اور زنا کے رائج طریقے ختم کر دیئے۔ اور صرف ایک جائز اور حلال طریقہ ہی جاری رہنے دیا۔

ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ وصول کرلو۔۔۔۔

ایک اور بُری رسم یہ تھی کہ جس بیوی کو حق مہر یا تحفے دے چکے ہوتے تھے تو جب اُس کو چھوڑنا ہوتا تو نہ اُس کو بساتے تھے نہ چھوڑتے تھے۔ کیونکہ اگر بیوی جاتی تو اُس کا مال بھی ساتھ ہی جاتا۔ اپنی اُس بیوی پر ظلم کرتے کہ خود ہی تنگ آ کر چلی جائے اور مال بھی مل جائے یا مال خود ہی چھوڑ جائے۔ اور جب خود طلاق مانگے گی تو ہم مال کے بدلے طلاق دینگے۔

اُن کو زبردستی شادی میں نہ رکھو۔ یعنی نکاح میں لٹکتا نہ رکھو۔ حق مہر بچانے کی خاطر اُن پر زبردستی نہ کرو۔۔

تحفہ دے کر واپس لینا انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ مسند احمد میں آیا ہے؛ حدیث کا خلاصہ ہے؛

'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحفہ دے کر واپس لینے والے کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے خود چاٹتا ہے۔

یہ سوچ کر ہی کتنی کراہت آتی ہے۔ مرد نے اگر کچھ دے دیا ہے تو دی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتا۔

تَعْضُلُوْهُنَّ : معنی تنگ کرنا، بیزار کرنا روک کر رکھنا۔ اللہ نے اس سے سختی سے منع کیا ہے۔ کہ اگر عورت کو بسانا ہے تو پیار محبت سے رکھو ورنہ تنگ نہ کرو۔

"مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں۔۔۔""

یعنی اگر وہ کوئی غلط کام کریں پھر ہی چھوڑ سکتے ہو۔ اس سے مراد، زنا، بد فعلی یا بدکاری ہے۔ لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد شوہر کے حق میں بیوی کی بد تمیزی بھی ہے۔ اگر بد زبانی کرے، شوہر کے حقوق ادا نہ کرے۔ یعنی مرد کے پاس طلاق کی کوئی وجہ ہونی چاہئے۔

آپ دیکھیں کہ عورت کے حقوق کی کس طرح حفاظت کی گئی ہے۔ مرد کو پابند کیا جا رہا ہے۔

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا۔ (خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ) تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے۔

بعض مرد باہر بہت خوش اخلاق اور فیاض ہوتے ہیں اور گھر والوں کے حق میں بہت بُرے۔

اللہ کے نبیؐ اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت اچھے تھے۔ ہمارے سامنے اللہ کے نبیؐ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

نورالقرآن ویب سائٹ سے Prophet pbuh at home لیکچر سُنیں۔

اللہ کے نبیؐ کی زندگی سے مثال ملتی ہے کہ وہ گھر کے کام خود کرتے۔ گھر والوں کا بے حد خیال رکھتے۔ اپنی سب بیویوں سے روزانہ ملنے جاتے۔ اپنی بیویوں کے ساتھ نرم مزاج اور پیار کرنے والے تھے۔

نہ کوئی طعنے دیتے، اُن کے اخراجات کا خیال رکھتے۔ اپنے سُسرال والوں کا بھی خیال رکھتے۔

سیرتِ رسول کی کتاب رہبر کاملؐ پڑھیں یا نورالقران ویب سائٹ سے لیکچر سُنیں۔

اللہ کے نبیؐ اپنی بیویوں کے ساتھ مزاح بھی کرتے، اُن کو خوش رکھتے۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اُن کا اللہ کے نبیؐ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ بھی ہوتا تھا۔ شروع میں اللہ کے نبیؐ جیت گئے پھر جب عمر کے ساتھ وزن میں تھوڑا اضافہ ہوُا تو عائشہؓ جیت گئیں۔ اللہ کے نبیؐ اُمّہاتُ المومنین کا بے حد خیال رکھتے۔ گھر کے کاموں میں مدد کرواتے۔ آپؐ کے عقد میں ایک ساتھ سات بیویاں تک بھی رہیں۔ اللہ کے نبیؐ گھر آ کر سب سے پہلے مسواک کرتے۔ آپ سب کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ اِس آئینے میں ہر مرد اپنے آپ کو دیکھے۔

آج اس طرح کے گھرانے کہاں نظر آتے ہیں؟ ہم تو کھل کر خوش بھی نہیں ہوتے کہ دینداری کم نہ ہو جائے۔ دین ہم پر سختی نہیں کرتا۔ گھروں کا ماحول بہتر بنائیں۔

ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں جب اپنی بیوی کے پاس جاتا ہوں تو صاف ستھرا ہو کر خوشبو لگا کر جاتا ہوں کیونکہ جس طرح میرا دل چاہتا کہ بیوی میرے لئے آرائش کرے اسی طرح وہ بھی مجھے اچھی حالت میں دیکھ کر خوش ہو گی۔

شوہر اگر باہر سے تھکے آتے ہیں تو اُن کو چاہئے صاف کپڑے پہن کر تازہ دم ہو جائیں کیونکہ بدبو اور پسینے والے کپڑوں سے بیوی کو یہ بات ناگوار گزرے گی۔ مردوں کو بھی اپنی بیویوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئیے۔ عورت کو بھی چاہئیے کہ اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرے۔

اللہ کے نبیؐ جب کسی سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد جاتے وہاں سے گھر اطلاع کرواتے تاکہ بیویاں تیار ہو جائیں۔

"اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔(۱۹)"

اگر کسی وجہ سے وہ پسند نہیں ہیں تو چھوڑو نہیں۔ اللہ تمہارے لئے خیر پیدا فرمادے گا۔ دیکھیں یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ پسند نہیں تو چھوڑ دو یا اور لے آؤ۔

زندگی کا ایک بہت بڑا اُصول ہمارے سامنے آگیا کہ یہ بات سونے کے پانی سے لکھی جانی چاہیئے۔ بعض اوقات ہمیں کچھ پسند نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس میں ہمارے لئے حکمت اور خیر رکھ دی ہوتی ہے۔ صبر کریں اور اللہ کے فیصلے کا انتظار کریں۔

اگر تمہیں خوبصورت نہیں لگتی یا کوئی عادت پسند نہیں تو صبر کرو۔ اللہ تمہیں بہترین اولاد دے گا۔ تمہارے گھر کی دیکھ بھال کرے گی۔ تمہاری بیوی تمہیں حوصلہ دے گی، ساتھ دے گی۔

وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٢٠﴾

اور تم بجائے ایک بی بی کے دوسری بی بی کرنا چاہو اور تم اس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو کیا تم اس کو لیتے ہو بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر۔(۲۰)

یعنی جتنا مرضی مال دے چکے ہو، بھاری رقم تحفے میں دے چکے ہو۔ وہ واپس نہ لو۔

قِنۡطَارًا : یعنی سونے کا ڈھیر، بہت سارا مال بھی دے چکے ہو تو واپس نہ مانگو۔

نہ صرف پرانے زمانے میں بلکہ آج بھی یہی ہوتا ہے کہ جس بیوی سے جان چھڑانی ہو اُس پر بہتان لگاتے ہیں۔ گھر نہیں سنبھالتی، بچوں کا خیال نہیں رکھتی۔

عرب مشرکین دوسری شادی کرتے وقت پہلی بیوی پر زنا کی تہمت لگا دیتے تھے۔ اللہ اس گناہ سے منع کر رہے ہیں۔ جیسے گھر بنانے کے کچھ اُصول ہیں۔ اسی طرح اگر آپس میں نہ بنے تو اُصول و ضوابط کا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔

ایک نوجوان لڑکی تمہارے گھر آتی ہے اور پھر اپنا سب کچھ شوہر اور اس کے گھر پر قربان کر دیتی ہے پھر تمہیں وہ اچھی نہیں لگتی نئی لانا چاہتے ہو اور پہلی والی پر الزام لگاتے ہو۔

وَ كَيۡفَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ وَقَدۡ اَفۡضٰى بَعۡضُكُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ وَّاَخَذۡنَ مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿۲۱﴾

اور تم اس کو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مِل چکے ہو اور وہ عورتیں تم سے ایک گاڑھا اقرار لے چکی ہیں۔(۲۱)

یعنی تم آپس میں نکاح کر چکے ہو اور میاں بیوی کی حیثیت سے ساتھ رہ چکے ہو۔

اگر ہم اِن آیات پر غور کریں۔ تو یہ تمام آیات عورت کی خوبیوں کو ظاہر کر رہی ہیں۔ عام طور پر شادیوں پر لڑکی کا حسن دیکھا جاتا ہے۔ ہمارا معاشرہ شکل و صورت پر چلتا ہے۔ قد، جسم اور رنگ روپ پر تنقید ہوتی رہتی ہے۔ والدین خود لڑکی کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ہمارے ہاں ایک جہالت پھیل چکی ہے۔ شکلوں پر بحث کرنا چھوڑ دیں۔ یہ اللہ کی بنائی ہوئی ہیں۔

ہم سب کو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہنا چاہیئے۔ جیسے اللہ کی شریعت قبول کی ہے، اللہ کی دی ہوئی شکل پر بھی شکر کر دیں اور تنقید نہ کریں۔

عرب معاشرے میں اور حتیٰ کہ آجکل بھی بیوہ لڑکی کی شادی نہیں کرتے تھے۔ اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ بیوہ کی دوسری شادی کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اللہ کے فیصلوں کو قبول کریں۔ حُسن کا تقدیر سے کوئی تعلق نہیں۔ اخلاق بہتر بنائیں۔ اچھی تربیت کریں۔ مسکراہٹ چہرے پر رکھیں۔ خدمت کرنے والی بنیں۔

اگر آپ کو حُسن یا دولت پسند ہیں تو ویسی ہی ڈھونڈ لیں۔ ورنہ آنے والی کو تنگ نہ کریں۔

زندگی میں ہر چیز آپ کی مرضی سے نہیں ہوگی۔ مصالحت کرنا سیکھیں۔ نباہ کریں۔ برداشت کریں۔

ہم نے اپنے بچوں کو بہت لاڈ میں رکھا ہوا ہے۔ اچھی پرورش اور تربیت کا بہت خیال رکھیں۔

شادی کو وقت دیں اور گزارہ کرنے کی کوشش کریں۔ جیسے ایک کاربن وقت اور حالات سے ہیرا بن جاتا ہے۔ ایسے ہی وقت کے ساتھ میاں بیوی میں اعتماد اور پیار پیدا ہو جاتا ہے۔ اپنی قسمت پر مطمئن رہیں۔ حتیٰ الوسیع ساتھ رہنے کی کوشش کریں۔ اور اگر چھوڑنا ہی ہے تو اُس کے مال پر قبضہ نہ کریں۔

ایک روایت کا خلاصہ ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ کو طرح طرح کے ذائقے بدلنے والے شوہر یا بیویاں پسند نہیں کہ ایک پسند نہیں تو دوسری یا تیسری۔

وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقۡتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا ﴿۲۲﴾

اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمھارے باپ (دادا یا نانا) نے نکاح کیا ہو مگر جو بات گزر گئی (گزر گئی) بے شک یہ (عقلاً بھی) بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے۔ (۲۲)

یعنی سوتیلی ماں سے نکاح نہ کرو۔ یہ عرب معاشرے کی پرانی رسم تھی کہ لوگ اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتے تھے۔۔

اسلام کا بہت پیارا اُصول ہے کہ پچھلے گناہ معاف ہیں۔ پچھلی باتیں بھول جاؤ۔

مَقۡتًا : باپ کی بیوی سے نکاح کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اس ماں سے جو اولاد ہوتی اُسے مقتی کہتے ہیں۔

یہ اخلاق سے گری ہوئی حرکت ہے کہ کل تک تو وہ آپ کی ماں تھی اب اُس کو بیوی نہ بناؤ۔

اولاد اور ماں باپ کے رشتے کا تقدس قائم رہنا چاہیئے۔ سوتیلی ماں محرم ہے۔ چاہے بیوہ ہو یا مطلقہ۔

علامہ قرطبیؒ نے اپنی کتاب میں اُن لوگوں کی تفصیل لکھی ہے جنہوں نے اپنی ماؤں سے نکاح کئے اور اُن سے اولاد بھی ہوئی۔

رسولؐ اللہ کی ایک حدیثؐ کا خلاصہ ہے کہ قُربِ قیامت کی نشانی یہ ہو گی کہ محرم رشتوں میں زنا ہو گا۔

یعنی نکاح یا دوسرے معنی جسمانی تعلق۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اس طرح کی تمام برائیوں سے ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

سوال جواب: حق مہر کتنا ہونا چاہئیے؟

حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگوں نے بہت زیادہ حق مہر مقرر کرنا شروع کر دیا۔ کچھ جوانوں کے لئے نکاح مشکل ہو گیا۔ جس کے متعلق حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ لوگو! اس سے زیادہ حق مہر نہ باندھا کرو۔ جب حضرت عمرؓ لوگوں سے یہ خطاب فرما رہے تھے تو ایک عورت پکار اٹھی (کیونکہ یہ بات عورتوں کے حقوق سے تعلق رکھتی تھی) کہ "تم یہ کیسے پابندی لگا سکتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ﴿وَءَاتَيْتُمْ إِحْدَىٰهُنَّ قِنطَارًا.... ﴾ ...سورۃ النساء" " یعنی اگر چہ تم اپنی کسی بیوی کو خزانہ بھر بھی بطورِ حق مہر دے چکے ہو" عورت کی یہ بات سن کر حضرت عمرؓ بے ساختہ پکار اٹھے۔ "پروردگار! مجھے معاف فرما، یہاں تو ہر شخص عمرؓ سے زیادہ فقیہہ ہے۔" پھر منبر پر چڑھے اور کہا "لوگو! میں نے تمہیں چار سو درہم سے زیادہ حق مہر باندھنے سے روکا تھا۔ میں اپنی رائے واپس لیتا ہوں۔ تم میں سے جو جتنا چاہے، مہر میں دے۔"

عمرؓ نے ایک خلیفہ ہوتے ہوئے نہ صرف عورت کی بات سُنی بلکہ اللہ کا حکم اور آیت سن کر اپنا حکم بھی واپس لے لیا۔

یہاں سے پتا چلتا ہے کہ کم یا زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ لڑکے کے حالات اور کمائی پر منحصر ہے۔